تاریخ و سیر

جناب غازی عزیر

قسط ۳

امام غزالیؒ

شریعت کی عدالت میں

ذیل میں امام غزالی کے کچھ تصوف آمیز اقوال اور اُن پر بعض اکابرین کی آراء نقل کی جا رہی ہیں:

امام غزالی کی ایک اہم کتاب، جس کی نسبت کے متعلق کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں۔ "المنقذ من الضلال" ہے۔ اس کتاب میں امام غزالی فرماتے ہیں:

"مکاشفات اور مشاہدات کا احداث صوفیہ کو تصوف کے طریق اول میں ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وُہ جاگتے ہُوئے بھی ملائکہ اور ارواح انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں، اُن کی آوازیں سنتے اور ان سے فوائد حاصل کرتے ہیں۔ پھر وُہ مشاہدہ صور و امثال سے ان درجات کی طرف ترقی کرتا ہے جہاں اس پر نطاق النطق ضیق ہو جاتے۔" (المنقذ من الضلال للغزالی ص ۱۱۸ بتحقیق عبدالحلیم محمود، شیخ الجامعۃ الازہر، مصر، طبع ثالث)

امام غزالی ایک مقام پر فرماتے ہیں:

"اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر لمس، بصر، سمع اور ذوق کے حواس پیدا کیے، پھر اس کے لیے عقل تخلیق فرمائی...... وراء العقل ایک دوسرا مرحلہ بھی ہے جس میں اس کی دوسری آنکھ کھل جاتی ہے، اُس سے وُہ دیکھتا ہے غیب کی چیزوں کو اور جو کچھ مستقبل میں ہے اور دوسرے امور کو لیکن عقل ان چیزوں سے معزول ہے۔ الخ" (ابن تیمیہ لبطل الاصلاح

الدین لمحمود مہدی استانبولی ص ۷، ۴ طبع ثانی، مکتبہ دار المعرفۃ بدمشق)

امام غزالی کا مشہور قول ہے:

"عوام کی توحید "لا الٰہ الا اللہ" ہے اور خواص کی توحید "لا ھو الا ھو" (نہیں مگر وہی) ہے ۴۸ کیونکہ وہ عام ہے (اور یہ خاص - اور یہ زیادہ شامل زیادہ لائق، زیادہ دقیق اور اس کے ماننے والے کو فردانیت میں زیادہ داخل کرنے والا ہے۔ مخلوقات کے معراج کی انتہا۔ فردانیت ہے (یعنی خالق و مخلوق، عبد و معبود میں دوئی باقی نہ رہے)" (مشکوٰۃ الانوار للغزالی ص ۳۱ وکذا فی الجواہر الغوالی ص ۱۲۵)

امام غزالی نے اپنی اسی کتاب میں ایک مقام پر لکھا ہے:

"جس کا وجود غیر سے آیا ہے وہ مانگا ہوا وجود ہے اور اسے اپنی ذات میں کوئی قیام حاصل نہیں بلکہ جب اس کی ذات پر من حیث الذات غور کیا جائے گا تو وہ محض عدم ہوگا، کیونکہ اس کا وجود غیر کی نسبت سے ہے اور یہ حقیقی وجود نہیں جیسا کہ کپڑے اور غنی کی مثال سے تم نے سمجھ لیا ہے۔ معلوم ہوا کہ حقیقتاً موجود صرف اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ حقیقی نور صرف اللہ تعالیٰ ہے۔" (مشکوٰۃ الانوار للغزالی ص ۲۵)

مجوزین کے متعلق امام غزالی کے فرمودات بھی قابلِ ذکر ہیں، صنم پرستوں کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

"وہ اللہ کے انوار و صفات کے جمال اور نورِ عزت کے محجوب ہیں۔" (الجواہر الغوالی ص ۱۴۲)

---

۴۸ امام غزالی کے اس قول کے متعلق استاذ محمود مہدی استانبولی فرماتے ہیں: "اس کا مطلب یہ ہوا کہ امام غزالی وحدت الوجود یا شہود پر اعتقاد رکھتے تھے، جس کے اعتبار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے بعد جو صحابہؓ آئے، بلکہ تمام انبیاءؑ جو آپؐ سے قبل گزر چکے ہیں ان سب کا ایمان عوامی تھا حالانکہ ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے: "أَفْضَلُ مَا قُلْتُ أَنَا وَالنَّبِيُّونَ مِنْ قَبْلِي لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهُ ..... الحدیث" (ابن تیمیہ لبطل الاصلاح الدینی لمحمود مہدی استانبولی ص ۴۹ طبع دوم، مکتبہ دار المعرفۃ بدمشق ۱۳۹۰ھ)

اسی طرح جو اشجار کی پرستش کرتے ہیں ان کے متعلق آپ فرماتے ہیں:

"وہ نورِ جمال کے ساتھ ظلمت جس کے محجوب ہیں۔ جو آتش پرست ہیں وہ نور سلطہ اور حسن کے محجوب ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کے انوار میں سے ہے۔" (الجواہر الغوالی ص ۱۴۲)

امام غزالی کا قول ہے:

"اگر کسی جگہ بیٹھ کر حواس کو ڈھیلا چھوڑ دیا جائے، اور ہمیشہ زبان کے بجائے دل سے اللہ اللہ کا ذکر کیا جائے تو بیداری کی حالت میں ان چیزوں کا مشاہدہ ہوگا جو خواب کی حالت میں نظر آتی ہیں۔ پس اس پر ملائکہ اور انبیاء کی ارواح کا ظہور ہوگا اور اس پر زمین و آسمان کی عظیم سلطنت منکشف ہوگی اور وہ ایسی ایسی چیزیں دیکھے گا جن کی شرح اور جن کا وصف بیان کرنا ممکن نہیں ہے ۔[1]" (الجواہر الغوالی ص ۴۹)

امام غزالی فرماتے تھے:

"ان کے قلب کے لیے دو خاص وقت ہیں جن میں سے ایک لوح محفوظ کی اطلاع دیتا ہے۔ قلب کی شبیہ آئینہ جیسی ہے اور لوح محفوظ بھی مراۃ یعنی آئینہ کے ساتھ ہے۔ جب یہ دونوں آئینے آپس میں مقابلہ کرتے ہیں تو جو لوح محفوظ میں ہوتا ہے وہ دل پر نقش ہو جاتا ہے۔"

(الجواہر الغوالی ص ۱۴)

حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں کہ:

"ابو حامد (امام غزالی) کہتے تھے:

"اَنَّہٗ سَمِعَ الْخِطَابَ کَمَا سَمِعَہٗ مُوْسٰی"

یعنی "انہوں نے بھی موسیٰ علیہ السلام کی طرح (اللہ تعالیٰ) کا خطاب سنا ہے۔"

(کتاب الرسائل والمسائل لابن تیمیہؒ ص ۸۷)

[1] امام غزالی کے اس قول کے متعلق حافظ ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں: "اس کا مقصد یہ ہے کہ انہیں اس بات کا بھی علم نہیں کہ اس بارہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا کچھ فرمایا ہے۔ (بیچ

امام حافظ ابن الجوزی ؒ نے امام غزالی کے متعلق لکھا ہے:

"انہوں نے علم مکاشفہ میں گفتگو کی اور قانون فقہ سے باہر ہو گئے۔۔۔ اور اپنی کتاب مفصح بالاحوال میں لکھتے ہیں کہ صوفیہ حالتِ بیداری میں ملائکہ اور ارواحِ انبیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور اُن سے آوازیں سنتے ہیں اور فوائد اخذ کرتے ہیں۔ پھر ان صورتوں کے مشاہدہ سے ترقی کر کے حالت ان درجات پر پہنچتی ہے جو تنگنائے کلام سے باہر ہیں۔ مصنف نے کہا کہ ان لوگوں نے جو یہ چیزیں تصنیف کیں ان کا سبب یہ ہوا کہ سنن اور اسلام و آثار کا علم کم رکھتے تھے۔" (تلبیس ابلیس، مصنفہ امام ابن الجوزی ؒ ص ۲۵۵ ترجمہ مولانا عبدالحق الموی مطبع فاروقی دہلی)

شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ ؒ فرماتے ہیں:

"(امام غزالی) ان میں سے ہیں جن کا مقصد صوفیانہ ہے اور جو بزعم خود یہ سمجھتے ہیں کہ ان کو وہ سب کچھ حاصل ہو چکا ہے جو انبیاء (علیہم السلام) کو عطا ہوا تھا۔ اور ابو حامد (امام غزالی) اس طریقہ کی تعریف و مدح میں بہت بڑھ جایا کرتے تھے۔" (کتاب الرسائل والمسائل لامام ابن تیمیہ ؒ ص ۸۷)

امام ابن تیمیہ ؒ نے ایک مقام پر امام غزالی کے کلام پر تعلیقاً لکھا ہے:

"بلا شبہ یہ وہ کلام ہے جسے یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں میں سے کسی نے نہیں کہا بلکہ یہ ملاحدۂ صابئین اور فلاسفہ کے اقوال میں سے ہے۔"

(السبعینیہ ص ۱۹)

امام غزالی کے متعلق حاجی امداد اللہ مہاجر مکی صاحب کے ملفوظات کی کتاب "امداد المشتاق" میں مذکور ہے: "فرمایا منقول ہے کہ شبِ معراج کو جب آنحضرت ﷺ

یہ ہے کہ) نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور نہ سلف وصالحین میں سے کسی نے اس بارہ میں کچھ بیان کیا اور نہ ہی یہ قرآن وحدیث میں وارد ہوا ہے۔" (ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی لمحمود مهدی ص ۱۳۶) اور استاذ محمود مہدی نے اس قول پر یہ حاشیہ لکھا ہے: "ہمارے لیے یہ عبارت قابلِ غور ہے، اولاً، یہ کذب و اختلاق ہے اور تجربہ میں اکبر برہان۔ ثانیاً، کلمہ "اللہ اللہ"

کی حضرت موسیٰ ؑ سے ملاقات ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے استفسار فرمایا کہ "علماءِ اُمتی کانبیاءِ بنی اسرائیل" جو آپ نے کہا ہے کیسے صحیح ہو سکتا ہے، حضرت حجۃ الاسلام امام غزالیؒ حاضر ہوئے اور سلام بااضافہ الفاظ و برکاتہ و مغفرتہ وغیرہ عرض کیا حضرت موسیٰ ؑ نے فرمایا کہ یہ کیا طوالت بزرگوں کے سامنے کرتے ہو، آپ (امام غزالی) نے عرض کیا کہ آپ سے حق تعالیٰ نے صرف اسقدر پوچھا تھا مَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ تو آپ نے کیوں جواب میں اتنا طول دیا کہ هِيَ عَصَايَ أَتَوَكَّأُ عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ أُخْرَىٰ "الآیۃ — آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَدب یا غزالی (حاشیہ) قولہ ادب یا غزالی (اقول) یہ کسی بزرگ کا کشف ہو گا اور یہ معراج جس میں مکالمہ ہوا نیز ان بزرگ کو مکشوف ہوئی ہو گی جس میں ان ارواح کا اجتماع ہو گیا وہ معراج جسدی حضور کی مراد نہیں کہ البعد عن الابعد ہے اور کشفیات میں ایسے واقعات بعید نہیں کہ حقیقت ان کی امثلہ ہوتی ہیں بعض حقائق کے ۱۲" (کتاب امداد المشتاق، ملفوظات حاجی امداد اللہ مہاجر مکی، مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی تھانوی ص ۹۲)

کا ذکر بتدریج ہے۔ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اور نہ آپ کے صحابہؓ وتابعینؒ میں کسی ایک سے اس بات کو کوئی جانتا ہے اور پھر کفار بھی تو "اللہ اللہ" کہا کرتے تھے پھر آخر ان کا یہ ذکر ان کو جہنم کی آگ سے نہ بچا سکا۔ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُم مَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُولُنَّ اللَّهُ فَأَنَّىٰ يُؤْفَكُونَ "(عنکبوت ۶۱) ثالثاً: جب تک زبان کا دل کے ساتھ اشتراک نہ ہو ایسے ذکر کو ذکر نہیں کہا جا سکتا" (حاشیہ ۲ بر کتاب ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی للاستاذ محمود مہدی استانبولی ص ۱۳۱ طبع ثانی مکتبہ دار المعرفہ بدمشق)

۵۰ " میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء ؑ کی طرح ہیں"

۵۱ استاذ محمود مہدی استانبولی امام غزالی کو "حجۃ الاسلام" کا لقب دینا صحیح تصور نہیں کرتے اور بتاتے ہیں کہ "حجۃ الاسلام بمعنی حجۃ المسلمین" ہے۔ کیونکہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ

استاذ محمود مہدی استانبولی نے اپنی تصنیف "ابن تیمیہ" میں ایک مقام پر امام غزالی کی ان پانچ باتوں کو جمع کیا ہے جن کو وہ اہل سنت کے خلاف امور قرار دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے: "تصوف کی طرف آپ کا دعوت دینا صحیح اسلام کی روح سے بعید ہے" دوسرا خلاف اہل سنت امر یہ بتاتے ہیں کہ "علم شریعت" و "علم حقیقت" کے متعلق آپ کا قول —— پس آپ نے اللہ کے دین کا نام "شریعت" رکھا اور اساطیر باطلہ کا نام "حقیقت" رکھا یا اللہ کے کلمات کے حقیقی معانی کا نام "ظاہری" رکھا اور ان ہی کلمات کے باطل معانی کو جنھیں انہوں نے از خود گھڑا "باطنی" نام دیا۔ اور اس طرح عقیدہ، فکر اور اخلاق کو بتلائے فساد کر دیا" تیسرا امر جو استاذ محمود مہدی کی نگاہ میں اہل سنت کے خلاف ہے وہ یہ کہ: "ان کی وہ دعائیں و اذکار جو دینی شعور و حس تک وصول امکانی کے لیے ضروری بیان کیے گئے ہیں۔ یہ وہ دعائیں اور اذکار ہیں جو کشف، طریق خلوت کے ذوق اور اذکار مبتدعہ کے نام سے معروف ہیں۔ اگر اس کے نتائج صحیح ہوتے تو خود (امام) غزالی کو وہ شعور و حس حاصل ہوا ہوتا جس سے وہ صحیح و ضعیف اور موضوع احادیث میں تمیز کر سکتے جو ان کی تمام کتب بالخصوص "الاحیاء" میں بکثرت ملتی ہیں۔" (ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی، للاستاذ محمود مہدی استانبولی ص ۱۴۲، ۱۴۳۔ طبع ثانی مکتبہ دار المعرفۃ بدمشق)

صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور چیز اسلام کے لیے حجت نہیں ہو سکتی۔" (ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی ص ۱۴۲) ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: "لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ وہ (امام غزالی) کسی بھی طرح "حجۃ الاسلام" کے لقب کے مستحق نہیں ہیں لیکن جو لوگ ان کو "حجۃ الاسلام" کے لقب سے نیچے اتارنا گوارا نہیں کرتے وہ طائفہ مقلدین اور مبتدعہ مستسلمین میں سے ہیں جو انسانوں کو حق کی مدد سے پہچاننے کے بجائے حق کو انسانوں کی مدد سے پہچانتے ہیں۔" (بطل الاصلاح الدینی ابن تیمیہ للاستاذ محمود مہدی ص ۱۴۱)

۵۲ "اے موسیٰ! تیرے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟" (طٰہٰ: ۱۷)

۵۳ (طٰہٰ: ۱۸) "میری لاٹھی ہے، چلنے میں اس کا سہارا لیتا ہوں، اسی سے اپنی بکریوں کے لیے درختوں کے پتے جھاڑ لیتا ہوں، میرے لیے اس میں اور بھی طرح طرح کے فائدے ہیں۔" (ترجمہ از

ثقافۃ الغزالی کے متعلق استاذ محمد رشاد سالم صاحب لکھتے ہیں:

"بخلاف ثقافت امام ابن تیمیہؒ کے ثقافت غزالی کی بنیاد تصوف پر ہے، جیسا کہ امام ابن الجوزیؒ نے اپنی کتاب تلبیس میں یا ان کے علاوہ دوسروں نے لکھا ہے اور اس میں قانونِ فقہ کو ترک کیا گیا ہے۔" (مقارنۃ بین الغزالی وابن تیمیہ لدکتور محمد رشاد سالم)

امام ابن تیمیہؒ فرماتے ہیں:

"مجھ سے ایک مرتبہ ایک جلیل القدر بزرگ نے، جنھیں معرفت وسلوک اور ان چیزوں کا علم حاصل تھا، کہا ابو حامد (امام غزالی) کا کلام ایسا ہے کہ اگر آدمی شوق کرے تو اس کے لیے سمجھنا اور پیروی کرنا آسان ہے، اور زیادہ شوق کرے تو منزل بمنزل آسان ہوتا چلا جاتے۔ پس اگر کوئی ایسا کرے تو انتہا میں اسے کچھ بھی حاصل نہ ہو گا۔" (کتاب النبوات لابن تیمیہؒ ص ۷۹، طبعۃ السید منیر الدمشقی)

امام غزالی کی کتب معتمدہ میں سے جو چند محیر العقول اقتباسات اوپر نقل کیے گئے ہیں۔ ان کی روشنی میں مجبوراً یہی کہنا پڑتا ہے کہ فی الحقیقت امام غزالی اسلامی مفکر یا محقق یا عالم یا مجتہد کم اور صوفی زیادہ تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قصص القرآن، مصنفہ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی ج ا ص ۳۰۴، طبع ندوۃ المصنفین جامع مسجد دہلی ۔

۵۴ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی صاحب نے امداد المشتاق، کی یہ عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "حاشیہ لکھنے والے صاحب مصیبت میں مبتلا ہو گئے۔ بات بنائے نہیں بنتی۔ کیونکہ امام غزالی ۴۶۰ھ کے قریب پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں وفات پائی اور معراج نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے واقع ہوئی۔ اس طرح سے معراج کے واقعہ اور امام غزالی کی پیدائش کے درمیان کم سے کم چار سو ساٹھ سال کا فرق ہے۔ یہ پیدائش سے پہلے معراج کے موقع پر پہنچ جانا کسی عام انسان کے بس کی بات تو نہیں ہے، یہ تو انہی کا دل گردہ ہے ..... دراصل جو واصل بحق ہو کر فردانیت کے مقام تک پہنچ گیا اس کے لیے حال کیا اور ماضی واستقبال کیا۔" (کتاب توحید خالص (گھر کے چراغ) قسط اول ص ۶۴، مصنفہ ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی، ناشر ادارہ توحید محلہ شیخاں علیگڑھ)

امام غزالی اور علم الکلام :

امام غزالی اشعری مکتب فکر سے منسلک و منسوب تھے لیکن ان کی تصانیف دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ محض متقدمین اشاعرہ کے مباحث و تحقیقات کے ناقل یا ترجمان یا شارح نہیں بلکہ علم الکلام پر مجتہدانہ بصیرت رکھتے تھے امام ابوالحسن اشعری اور ابوبکر باقلی نے ان عقائد کے ثبوت کے لیے جو مقدمات و دلائل قائم کیے تھے ، امام صاحب نے انہیں بعینہٖ تسلیم نہیں کیا بلکہ بعض جگہ ان مقدمات و دلائل و اصول کو ترک کیا اور ان سے ہٹ کر دوسرے مقدمات و دلائل استعمال کیے جو زیادہ دلپذیر و مؤثر ثابت ہوئے - اسی طرح امام صاحب نے اپنے پیشرو متکلمین کی زبان و اصطلاحات اور ان کی ترتیب و ترکیب کی پابندی بھی نہیں کی اور بہت سے متکلمین کی طرح احتمال و آفرینیوں ، تشکیلات اور منطقی مقدمات و نتائج کو یکسر نظر انداز کر دیا - بقول مولانا ابوالحسن علی الندوی صاحب ، کہ امام غزالی نے اپنی مجتہدانہ بصیرت سے اشعری علم الکلام ، جس کا حلقہ تقلید و جمود پذیر ہو چکا تھا ، کی تجدید کی زبردست خدمت انجام دی ہے - (تاریخ دعوت و عزیمت ، مصنفہ ابوالحسن علی الندوی ج اطبع لکھنؤ)

چونکہ امام صاحب نے ابوالحسن اشعری اور ان کے نامور متبعین کی تحقیقات سے کہیں کہیں اختلاف کیا تھا اس لیے متکلمین اشاعرہ کا حلقہ ان سے سخت ناراض تھا - اور ان کی مجتہدانہ فکر کو مسلکِ سلف سے بُعد و انحراف قرار دیتا تھا - بعض لوگوں نے امام صاحب کو اس طرف توجہ دلانی چاہی تو آپ نے اپنے موقف کی صحت بتاتے ہوئے ناقدین پر بہت سخت الفاظ میں تبصرہ فرمایا جو مستقل ایک رسالہ کی شکل میں موجود ہے - (ملاحظہ ہو رسالہ فیصل التفرقہ بین الاسلام والزندقہ للغزالی)

امام غزالی نے علم الکلام کی خدمت کے ساتھ کہیں کہیں اس پر تنقید بھی کی ہے اور دین کو اس سے جو نقصانات پہنچے ہیں ان کا اعتراف بھی کیا ہے ، چنانچہ ایک مقام پر علم الکلام کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" فَاَدِلَّۃُ الْقُرْاٰنِ مِثْلُ الْغِذَاءِ وَیَنْتَفِعُ بِہٖ کُلُّ اِنْسَانٍ وَ اَدِلَّۃُ الْمُتَکَلِّمِیْنَ مِثْلُ الدَّوَاءِ وَیَنْتَفِعُ بِہٖ اٰحَادُ النَّاسِ

وَیَتَضَرَّرُ بِہٖ الاکثرونَ بل ادلّۃ القرآن کالماءِ الّذی ینتفع بہ الصّبیّ والرّضیع والرّجل القویّ وسائر الادلّۃ کالاطعمۃ الّتی ینتفع بھا الاقویاء مرّۃ ویمرضون بھا اخریٰ ولا ینتفع بھا الصّبیان اصلاً۔ (الجام العوام عن علم الکلام ص ۲۰)

"قرآنی دلائل غذا کی طرح ہیں جس سے ہر انسان فائدہ اٹھاتا ہے اور متکلمین کے دلائل دوا کی طرح ہیں جس سے کوئی کوئی فائدہ اٹھاتا ہے اور اکثر آدمیوں کو اس سے نقصان ہوتا ہے بلکہ قرآنی دلائل کی مثال پانی کی سی ہے جس سے شیرخوار بچہ اور طاقتور آدمی یکساں فائدہ اٹھاتے ہیں۔ باقی سارے دلائل (کلامیہ) کھانے کی اقسام و انواع کی طرح ہیں کہ کبھی ان سے طاقتور آدمیوں کو فائدہ پہنچتا ہے اور کبھی ضرر اور بچوں کے لیے وہ مطلقاً کارآمد نہیں ہیں۔"

ایک اور مقام پر علم الکلام سے اسلام کو پہنچنے والے نقصانات کا ذکر اپنے تجربات کی روشنی میں اس طرح بیان فرماتے ہیں:

"والدّلیل علیٰ تضرّر الخلق بہ المشاھدۃ والعیان والتّجربۃ وما ثار من الشّرّ منذ نبغ المتکلّمون وفشت صناعۃ الکلام مع سلامۃ العصر الاوّل من الصّحابۃ عن مثل ذٰلک"۔

(الجام العوام عن علم الکلام ص ۲۰)

"لوگوں کو علمِ کلام سے جو نقصان پہنچا ہے اس کی دلیل خود مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ اہلِ تجربہ جانتے ہیں کہ جب سے متکلمین پیدا ہوتے اور علم کلام کا چرچا ہوا کیسی مصیبت آئی اور خرابی پھیلی، صحابہ کا دور اس خرابی سے محفوظ تھا۔"

بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام غزالی نے اولاً علم الکلام کی خدمت کی اور اپنی تصانیف میں جا بجا بہت سے کلامی مباحث کو جگہ دی، لیکن بعد میں جب اس کے نتائج

سے باخبر ہوئے تو امام احمد بن حنبلؒ کی طرح[۵۵] خود بھی اس کی سخت مذمت کرنے لگے۔"
لیکن واقعہ یہ ہے کہ امام صاحب کی یہ خدمت اس درجہ وحیثیت کی نہ تھی کہ ان کی سابقہ تصانیف میں جو کلامی مباحث آئے تھے ان سے رجوع کر لیتے۔ لہٰذا اگر اس کو خدمت نہ کہہ کر یہ کہا جائے کہ کسی حد تک اس کی مضرت کے قائل و معترف ہو گئے تھے تو زیادہ صحیح ہو گا۔

حافظ ابن تیمیہؒ نے امام غزالی کی مختلف تصانیف میں جہاں جہاں ایسے کلامی مباحث پائے جو کتاب وسنّت کی رُوح سے ہٹے ہوتے تھے، ان پر سخت تنقید فرمائی ہے۔ چنانچہ مولانا ابوالحسن علی الندوی بھی امام ابن تیمیہؒ کی گرفت کے متعلق یہ لکھنے پر مجبور ہو گئے کہ "اس میں بعض ایسے کلامی مباحث ہیں جو ابن تیمیہؒ کے نزدیک کتاب وسنّت کی رُوح کے پورے طور پر مطابق نہیں ہیں اور ان کے معیار پر پورے نہیں اترتے۔" (تاریخ دعوت وعزیمت، مصنفہ ابوالحسن علی الندوی ج ۱ ص ۱۸۳ طبع لکھنؤ)

استاذ محمود مہدی استانبولی نے ایک مقام پر امام غزالی کی ان پانچ باتوں کا ذکر کیا ہے، جنہیں امام صاحب نے اہلِ سنّت کے خلاف کام کیے ہیں، ان میں سے دو امور یہ ہیں:

"مذہبِ اشاعرہ کے جبر کثیر اور تکلیف اقوال سے آپ کا اعتناق"
اور "ایجادِ کائنات کی حکمت سے آپ کا انکارِ سببیہ"۔ (ابن تیمیہ بطل الاصلاح الدینی لاستاذ محمود مہدی ص ۱۴۲)

---

[۵۵] امام احمد بن حنبلؒ کے متعلق مشہور ہے کہ آپ نے اپنے ایک شاگرد کو علم الکلام سے بچنے کے لیے اس طرح تاکید فرمائی تھی: "کلام ایک بیکار فن ہے جس میں خیر کا کوئی پہلو نہیں۔ پس تمہیں اہلِ کلام اور اہلِ جدال سے بچنا چاہیئے اور سنتِ نبویؐ کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنا چاہیے۔ تم سے پیشتر جو اہلِ علم تھے وُہ بھی فنِ کلام کو ناپسند کرتے تھے۔ بلاشبہ سلامتی ان چیزوں کے ترک کر دینے میں ہے۔ ......" پھر فرمایا: "اگر تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جو کلام سے دلچسپی رکھتا ہے تو اس سے کنارہ کشی اختیار کر لو۔" (تاریخ الذہبی و

امام حافظ ابن تیمیہؒ نے امام غزالی کے نہج علم الکلام پر ایک جگہ ضمناً لکھا ہے:
"اور ان لوگوں نے اپنی علم الکلام کی کتب میں نظر و دلیل اور علم کے مقدمات قائم کیے ہیں، بلاشبہ بصیرت کے لیے علم چاہئے اور علم واجب ہے۔ اور متکلمین نے جنسِ نظر، جنسِ دلیل، جنسِ علم میں علم الکلام کی مدد سے حق کو باطل کے ساتھ خلط ملط کر دیا ہے۔ پھر اگر تم دیکھو کہ دین میں کونسی چیز اصل اور دلیل ہے تو احداث اجسام پر احداث اعراض سے استدلال کرو جو شرع میں دلیل ملتبدع ہے۔"
(معارج الوصول ص ۴ من مجموعہ رسائل لابن تیمیہؒ مطبوعہ الخانجی)

مقدمۃ المسند ص ۲۲ طبع معارف مصر) اسی طرح ایک مرتبہ کسی شخص نے ایک خط لکھ کر اہلِ کلام سے مناظرہ اور ان کے ساتھ نشست و برخاست کرنے کے سلسلہ میں سوال کیا تو اس کے جواب میں امام احمد بن حنبلؒ نے یہ خط املاء کرایا: "خدا تمہاری عاقبت سنوارے ہم نے جو کچھ سنا ہے اور جو کچھ پایا ہے وہ یہ ہے کہ ہمارے اسلاف فنِ کلام کو ناپسند کرتے تھے اور اہلِ زیغ و بدعت کے ساتھ نشست و برخاست کو بھی ناپسند کرتے تھے۔ اصل بات جو ہے وہ تسلیم و رضا ہے، کتاب اللہ کے سامنے اس سے تجاوز کبھی نہیں کرنا چاہیے۔ یہ اسلاف دین میں ہر نئی چیز کو اور بدعتیوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کو ناپسندیدہ سمجھتے تھے کہ دین کے نام سے جو کچھ وہ کہتے ہیں اس سے تاثر پیدا نہ ہو۔" (تاریخ الذہبی و مقدمۃ المسند ص ۲۲ طبع معارف مصر)

استاذ ابوزہرہ مصری مرحوم نے امام احمد بن حنبلؒ کا علم الکلام کے متعلق یہی موقف اس طرح بیان کیا ہے،
"امام احمد لوگوں کو علم الکلام کی موشگافیوں سے باز رکھنے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ یہ وہ علم ہے جو مذہبی عقائد کو فلسفیانہ طور پر پرکھتا اور بحث کرتا ہے۔ لہٰذا آپ اہلِ کلام کی مذمت فرمایا کرتے تھے، اگرچہ کسی مسئلہ میں وہ برسرِ حق ہی کیوں نہ ہوں۔ نیز باری تعالیٰ کے بارے میں تدقیق اور نکتہ آفرینی سے بھی آپ منع کیا کرتے تھے۔ امام احمد کا یہ مسلک۔ علم کلام کے خلاف۔ اس امر پر مبنی تھا کہ یہ ایسا راستہ ہے جس پر سلف نے کبھی قدم فرسائی نہیں کی۔ اس راہ میں چلنے والا اگر ایک مرتبہ صحیح قدم اٹھاتا ہے تو بھی وہ بالآخر گمراہی کے راستہ پر جا پڑتا ہے۔" (حیات احمد بن حنبلؒ، مصنفہ استاذ ابوزہرہ مصری، مترجم سید رئیس احمد جعفری، ص ۹۶، ۹۷ پبلشرز ملک سنز فیصل آباد)

امام غزالی اور علومِ عقلیہ (یعنی منطق وفلسفہ):

امام غزالی کو دینی علوم کے ساتھ علوم فلسفہ و منطق سے بھی کافی شغف رہا ہے چنانچہ آپ کی تصانیف میں جابجا منطقی اور فلسفیانہ طرز کی بحثیں، منطقی استدلال اور فلاسفہ کے اقوال ملتے ہیں۔ بعض مقامات پر امام صاحب نے منطق کو میزان العلوم، تک قرار دیا ہے[۵۶] جو یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ علومِ عقلیہ پر انہیں کس قدر اعتبار و اعتماد تھا۔

ذیل میں چند اکابرین کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں جن سے امام صاحب کا، علوم عقلیہ کے ساتھ حد درجہ اشتغال کا اظہار ہوتا ہے۔

ابو بکر رازی کا قول ہے:

"(ابو حامد) فلسفہ کے شکم میں داخل ہو گئے اور جب بھی اس سے نکلنے کا ارادہ کیا ان میں اس کی استطاعت نہ ہوئی" (ابن تیمیہؒ لطل الاصلاح الدینی، لاستاذ محمود مہدی ص ۱۳۷)

اور ذہبی کی روایت کے مطابق ان کے شاگرد قاضی ابو بکر ابن العربی نے کہا کہ:

"ہمارے شیخ ابو حامد فلاسفہ کو اپنے حلق کے نیچے اتارے ہوئے تھے، ان پر کلام کا ارادہ رکھتے تھے مگر استطاعت نہ ہوئی۔" (سیرۃ الغزالیؒ لعبد الکریم عثمان ص ۷۰)

امام ابن تیمیہؒ کا قول ہے:

"اَلْمَضْنُوْنُ عَلٰی غَیْرِ اَھْلِہٖ" وَھُوَ فَلْسَفَۃٌ مَحْضَۃٌ قَوْلُ الْمُشْرِکِیْنَ مِنَ الْعَرَبِ خَیْرٌ مِّنْہُ! ... دَعْ قَوْلَ الْیَھُوْدِ وَالنَّصٰرٰی!

(الوسائل والمسائل لامام ابن تیمیۃ ص ۸۱)

ابو زہرہ مصری، استاذ کلیۃ الشریعۃ جامعۃ القاہرہ، امام غزالی کے متعلق لکھتے ہیں:

"اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ (امام) غزالی کی ذات کو فلسفہ میں کس قدر عجز تھا اور وہ اس سے خروج کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے تھے۔

---

۵۶ ملاحظہ ہو مقدمۃ المستصفیٰ للغزالی ج ۱ ص ۱۰

کیونکہ انہوں نے معرفتِ حقیقت کے لیے اسے حاصل کیا تھا۔ پس ان کی نیت ایسے اسباب حاصل کرنے کی رہتی تھی جس میں فلسفہ کی کثرت ہو اور وہ اسی فلسفہ کی پرواز تخیل میں (مگن) رہتے تھے۔ نتیجۃً علمِ شرع ایک فلسفی کی عقل سے ملتقی ہوا اور انہوں نے شریعت کو فلسفہ بنا کر رکھ دیا یا (یہ کہا جائے کہ) فلسفہ نے شرع کا لبادہ اوڑھ لیا، قطع نظر اس کے کہ اس میں اس بات کی صلاحیت یا شعور تھا بھی یا نہیں۔"

(ابن تیمیہؒ مصنفہ استاذ ابوزہرہ مصری ص ۲۳۹)

(جاری ہے)

شعر و ادب

جناب اسرار احمد سہاروری

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ذوقِ جنوں کی بات ذرا مان جائیے
خدمت میں ان کی لے کے دل و جان جائیے

اُمّی لقب ہیں باعثِ تزئینِ کائنات
اللہ تیری شان کے قربان جائیے

ہو نذرِ دلنوازیٔ محبوبِ کبریا
دل لے کے سوئے وادیٔ فاران جائیے

جی چاہتا ہے آپ کے قدموں میں سو رہیں
کٹتی ہے جان لے کے یہ ارمان جائیے

جاتے ہیں آپ گو کہ حرم میں بصد نیاز
ہاں جائیے خدا ہے نگہبان جائیے

قدموں میں آپ کے جان کا نذرانہ ہو قبول
لوٹے میں تیرے لے کے یہ ارمان جائیے

تخلیقِ "حسنِ خلق"، کا معیار دیکھ کر
خالق کے ذوقِ حسن کے قربان جائیے

جامِ نذر دلنوازیٔ حبِ رسولؐ ہو
دامن میں لے کے چاکِ گریبان جائیے

اسرار ترک کیجیے یہ لن ترانیاں
قائم نہیں ہیں آپ کے اوسان جائیے